(۳۴)

قانونِ ابتلا
اور
قانونِ رحمت

ابوعبداللہ

(ہمارا عزم)

☆سچائی کی پیروی☆

(WWW.KHIDMAT-ISLAM.COM)

(Email:KHIDMAT777@GMAIL.COM)

بسم اللہ،الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

دوقوانین کا اطلاق: دنیا کی زندگی میں جہاں طبعی قوانین لاگو ہیں وہیں اخلاقی وروحانی قوانین بھی کارفرما ہیں۔دنیا میں عام طور پر کفار اور نافرمانوں پر ایک اخلاقی قانون جبکہ حقیقی اہل ایمان جو رب کی راہ اختیار کریں ان پر دو قوانین لاگو ہوجاتے ہیں۔نافرمانوں کو عام طور پر حالات اور نفس وشیطان کے سپرد کر کے دنیا کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔کھائیں پیئیں،عیش کریں اور دنیا بنائیں۔جبکہ خوش نصیب حقیقی اہل ایمان پروردگار کی خصوصی نگرانی میں آجاتے ہیں۔ان خوش نصیبوں پر دو اخلاقی قوانین: ایک کڑوا (بظاہر کڑوا لیکن حقیقتاً میٹھا) یعنی''قانونِ ابتلا''اور دوسرا میٹھا یعنی''قانون طمانیت ورحمت'' لاگو ہوجاتے ہیں۔

قانونِ طمانیت ورحمت میں اللہ کا قرب، اسکی رحمت، اسکی تائید ونصرت اور تسکین وراحت کی بہاریں نصیب ہوتی ہیں۔جبکہ قانون ابتلا میں: اصلاح، گناہوں کی معافی، مزید قرب اور رافت وبلندی کے حصول کیلئے امتحان وآزمائش سے گزارا جاتا ہے۔ابتلا میں مصائب ضرور آتے ہیں، لیکن اللہ کی رحمت سے گزر کر بڑی خیر کا موجب بن جاتے ہیں۔ان دونوں قوانین کے متعلق ضروری آگاہی پیش خدمت ہے۔

قانونِ ابتلا

بظاہر تو یہ کڑوا ہے، لیکن حقیقت میں نتیجے کے اعتبار سے یہ بہت عظیم ہے۔اللہ سے کبھی مشکل نہیں مانگنی چاہئے، ہمیشہ عافیت وآسانی کی دعا اور اسی کی کوشش کرنی چاہئے۔بلکہ کارآمد بننے کیلئے تعلیم اور ہنر کے ذریعے اپنی صلاحیت بڑھانا، متوازن غذا اور ورزش کے ذریعے اپنی'' **صحت** '' کا بھرپور خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔لیکن اللہ کا قانون یہ ہے کہ اس نے کچھ عطا کرنے سے قبل امتحان ضرور لینا ہے، جیسا کہ پروردگار نے دوٹوک الفاظ میں انسانیت پر اپنا قانون واضح کر دیا:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ o وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَo﴾(عنکبوت:29:2-3)

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ صرف اتنا کہنے پر کہ وہ ایمان لے آیا چھوڑ دیا جائے گا اور اسکی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ یقیناً آزمایا گیا تھا اُن لوگوں کو بھی جو اِن سے پہلے تھے، تو اللہ لازماً جانچ کر رہے گا سچوں اور جھوٹوں کو۔''

ان آیات کے شانِ نزول کے تحت آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جب اُن پر ہونے والے کفارِ مکہ کے ظلم وستم کی

شکایت آپ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ ظلم وتشدد تو اہل ایمان کی تاریخ کا حصہ ہے،تم سے پہلے مومنوں کا یہ حال کیا گیا کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں انہیں کھڑا کر دیا گیا اور پھر ان کے سروں پر آرا چلا دیا گیا، جس سے ان کے جسم دوحصوں میں تقسیم ہو گئے۔اسی طرح لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت پر ہڈیوں تک پھیریں گئیں لیکن یہ ایذائیں انہیں دین حق سے پھیرنے میں کامیاب نہ ہوئیں۔''

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء:6943)

صحابہ کرامؓ میں بھی سیدنا بلال ومقداد، حضرت صہیب، سیدنا عمار انکی والدہ اور انکے والد حضرت یاسر...... رضی اللہ عنہم پر بھی شدید ظلم ڈھائے گئے، لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ہم تو کسی کھاتے میں نہیں آتے، یہ تو وہ عظیم لوگ تھے جنہیں اللہ نے عظیم مقام سے سرفراز کرنے کیلئے بہت مشکل امتحان سے گزارا۔

مصائب تو اللہ کے سب سے مقربین یعنی انبیاء علیہم السلام پر بھی بہت آئے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے رہنمائی فرمائی:

''آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سے لوگ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں؟ فرمایا: انبیاء، پھر درجہ بدرجہ آدمی اپنے دین کے مطابق آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔اگر دین پر مضبوطی سے عمل پیرا ہے تو پھر آزمائش بھی سخت ہے، اگر دین میں نرمی ہے، تو آزمائش بھی اسی کے موافق ہے۔آزمائش بندے کا ساتھ نہیں چھوڑتی حتیٰ کہ بندہ زمین پر چلتا ہے کہ (مصائب پر صبر کی بدولت) اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔'' (ترمذی، کتاب الزھد، رقم:2398)

لہٰذا اس حوالے سے سب سے بڑی بات یہی ہے کہ خالقِ کائنات کے ساتھ تعلق، اسکی ہم رکابی اور رفاقت نصیب ہوگی جو دین پر ثابت قدمی سمیت ان گنت ثمرات کا باعث بنے گی۔

دوسری وجہ: مصائب کی ایک بڑی وجہ تو ''ابتلا'' یعنی کھوٹے کھرے کی چھان پھٹک کیلئے امتحان وآزمائش ہے جس کا ذکر پیچھے کر دیا گیا۔مزید یہ کہ اسکی ایک اور بڑی وجہ اللہ کا اپنے بندوں کو دنیا اور نفس کے فریب سے بچانا بھی ہے۔نفس اور دنیا کا جادو اتنا طاقتور ہے کہ اچھے حالات میں غفلت نہیں جاتی اور انسان کما حقہ اللہ کی طرف مائل نہیں ہو پاتا۔اسلئے پروردگار اپنے بندوں کو نافرمانی سے بچا کر انکا رخ خیر کی طرف موڑنے کیلئے بھی انہیں مصائب میں مبتلا کرتا ہے کہ شائد انکی کایا پلٹ جائے اور ایمان وعمل کی راہ پر گامزن ہو جائیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلَی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ o﴾ (انعام:42:6)

''اور البتہ بھیجے ہم نے رسول بہت سی امتوں کی طرف تم سے پہلے، پھر مبتلا کیا ہم نے ان کو مصائب و آلام میں تاکہ وہ جھک جائیں عاجزی سے۔''

یہاں یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے کہ مشکلات ہی انسان میں عجز و نیاز اور پورے انہماک سے اللہ کی طرف جھکنے کا باعث بنتے ہیں۔ یوں انسان بہت کم وقت میں بہت بڑا کام کرلیتا ہے۔ پس تھوڑی سی تکلیف کے عوض اگر ابدی زندگی بچ جائے تو کوئی گھاٹے کا سودا نہیں، یہاں سدا تو کسی نے رہنا نہیں۔

اس ضمن میں مزید رہنمائی کیلئے، درج ذیل فرامینِ رسول ﷺ پر غور فرمائیں:

☆ ((من یرد اللہ به خیراً یصب منه)) (بخاری، المرضیٰ، رقم:5645)

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو مصیبت سے دوچار کردیتا ہے۔''

☆ جب اللہ کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائشوں میں مبتلا کردیتا ہے۔ (ترمذی، الزھد، حسن)

☆ مفہوم: جسکے ساتھ اللہ خیر فرمانا چاہے اسے کوتاہیوں کی سزا آخرت کی بجائے جلد دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔ (ترمذی، الزہد:2396، سندہ حسن)

☆ مفہوم: مومن مرد و عورت پر اسکی جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملتے ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'' (جامع ترمذی:2399)

اسی قانون کی مزید وضاحت کیلئے درج ذیل آیات ملاحظہ کریں:

(آل عمران:186:3)، (البقرہ:2:155-157، 214)، (توبہ:111:9)

لیکن سوچنے کی بات ہے کہ اگر فرائض وواجبات کو اختیار کرنا اور حرام سے بچنا بھی ہم پر دشوار ہے تو پھر ہمارا کیا بنے گا......؟ بہر کیف ہم ایسے امتحانات کے قابل تو نہیں ہیں، اللہ ہمیں معاف فرمائے، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما کر عافیت و آسانی والی ایمانی زندگی عطا فرمائے۔ لیکن خدانخواستہ جب مصیبت آجائے تو چوکنے ہونے کی ضرورت ہے کہ امتحان آگیا ہے اور میں نے اس پر ثابت قدمی اختیار کرنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ پر شکوہ وشکایت اور بے صبری کی راہ اختیار کرنے کی بنا پر ایمان سے پھر جائیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل سے بات تو بالکل واضح ہوگئی ہے، تاہم عصرِ حاضر کے درج ذیل دو سکالرز کی عبارات نہایت قابلِ غور ہیں جس میں انہوں نے قرآن کے اس قانونِ ابتلا کی نہایت عمدہ توضیح کی ہے۔ چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسطرح کے امتحانوں میں اسلیئے نہیں ڈالتا کہ لوگ اپنے ایمان ضائع کر بیٹھیں بلکہ یہ امتحان اللہ تعالیٰ کی رافت و رحمت کے مظہر ہیں۔ انہیں امتحانوں سے بندوں کی صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں۔ انہیں کے ذریعے سے انکی وہ قوتیں اور صلاحیتیں بروئے کار آتی ہیں جن کے خزانے قدرت نے ان کے اندر ودیعت کیئے ہیں۔ انہیں کے ذریعے سے انکے کھرے اور کھوٹے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہوتا ہے۔ یہ امتحان نہ ہو تو اچھے اور بُرے، خام اور پختہ، گہر اور پشنیز میں کوئی فرق ہی نہ رہ جائے.......... مزید غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس کارخانہ کائنات کا سارا حسن و جمال اور اسکی ساری حکمت و برکت اللہ تعالیٰ کی اسی سنت ابتلا کے اندر مضمر ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ سارا کارخانہ بالکل بے حکمت اور بے مصلحت بلکہ کھلنڈرے کا ایک کھیل بن کر رہ جائے۔" (تدبر قرآن، تفسیر سورہ البقرہ:2:153-157)

ریحان احمد یوسفی المعروف (ابویحیٰ) صاحب نے مذکورہ حقیقت کی نقشہ کشی یوں فرمائی:

"یہ ابتلا کا قانون ہے۔ جو شخص خدا کے راستے پر چلتا ہے، ہر تھوڑے عرصے بعد اسے کسی نہ کسی امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ امتحان نہ ہو تو انسان مردہ ہو جاتے ہیں۔ خدا اپنے نیک بندوں کو مردہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ اسلیئے وہ ہر تھوڑے عرصے بعد ان کی روح پر ضرب لگاتا ہے۔ یہ ضرب وہ سازِ دل چھیڑ دیتی ہے جس کا وجد آفریں ترنم بندہ مومن کو خدا سے قریب کر دیتا ہے۔ مگر یہ بعد کی بات ہوتی ہے۔ جب یہ ضرب لگتی ہے تو ہتھوڑے کی طرح انسان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔" (خدا بول رہا ہے، ص۔122، ابویحیٰ، انذار پبلشرز)

مزید تفصیل کیلیئے دیکھیئے ہماری تحاریر: (پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل) اور (مجموعہ تحاریر، باب:20,19)

آزمائش یا پکڑ؟

انسان پر آنے والے مصائب بطورِ امتحان و آزمائش ہیں یا بطورِ غضب؟ اس ضمن میں درج ذیل نکات بطور رہنمائی ذہن نشین رہنے چاہئیں:

(۱)۔ ہر وہ مشکل جو بالآخر اللہ کی طرف پلٹنے کا سبب بن جائے وہ امتحان ہوگی، اسکے برعکس جو اللہ سے دوری کا سبب بنے وہ عذاب یا غضب ہوگی۔ بطورِ امتحان آنے والی مشکلات مایوسی کی بجائے حوصلہ اورامید پیدا کرتی ہیں۔ جبکہ بطور پکڑ اور عذاب آنے والی مصیبت ناامیدی، مایوسی اور بالآخر اللہ سے دوری کا باعث بنتی ہے۔

(۲)۔ بطورِ امتحان آنے والی مصیبت عموماً طوالت پکڑنے کی بجائے جلد ختم ہوسکتی ہے اور تباہ و برباد اور ہلاکت لانے کی بجائے زندگی بخشتی ہے (لیکن یہ ضروری نہیں)۔ (واللہ اعلم)

(۳)۔اہل ایمان کیلئے امتحان نیک وکاروں کے درجات کی بلندی کیلئے بھی ہوسکتا ہے اور انسان کے گناہوں کو مٹانے کیلئے بطور سزا بھی۔ گھبرانا نہیں چاہیے، ان دونوں صورتوں میں آنے والے مصائب بالآخر خیر و رحمت کا باعث ہی ہوتے ہیں۔ ایمان تو ابتلا کی بھٹی سے گزرنے بعد ہی کندن بنتا ہے۔ اہل ایمان کیلئے امتحان پر صبر بہت عظیم اجر کا باعث بنتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''طاعون ایک عذاب تھا (کفار کیلئے)....پھر اللہ نے اسے مومنین کیلئے رحمت بنا دیا، اب کوئی بھی اللہ کا بندہ جو طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو جائے اور وہ (طاعون زدہ) شہر ہی میں صبر کرتا ہوا آخرت کے اجر کی نیت سے ٹھرا رہے، اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دیا ہے، تو ایسے شخص کیلئے شہید کی مانند اجر ہے۔'' (بخاری، رقم:5734)

نوٹ: فی زمانہ فرقہ پرستی کی آڑ میں لوگ ایک دوسرے پر آنے والے اس قسم کے مصائب کو ان پر اللہ کا غضب قرار دیتے ہیں، حالانکہ جید صحابہ کرام سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ اور سیدنا معاذ بن جبلؓ سمیت ہزاروں صحابہؓ کی وفات طاعون کے مرض سے ہوئی۔! اللہ ہمیں ہر قسم کی مشکلات سے محفوظ فرمائے، لیکن خدانخواستہ آجائیں تو علاج کی بھرپور کوشش کے ساتھ ساتھ مشکلات پر ہر ممکن صبر کرنا ہے اور مایوس نہیں ہونا۔ زندگی تو بیت ہی جانی ہے، لیکن مذکورہ خوش نصیبی مل گئی تو کیا کہنے! اللہ ہمیں اپنا ساتھ اور حقیقی ایمان کی عظیم دولت اور اسکی حلاوت ولذت سے بہرہ مند فرمائے۔ (آمین)

قانونِ طمانیت ورحمت

دینِ اسلام یعنی اللہ کی راہ کو اپنانے سے دنیا کی زندگی میں کس طرح اللہ کی قربت، اسکی تائید، طمانیت و رحمت نصیب ہوتی ہے، چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

پروردگارِ عالم نے حقیقتِ حال سے یوں پردہ اٹھایا:

☆ ﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ o﴾ (نحل:16: آیت:30)

''ان لوگوں کیلئے جونیکوکار ہیں ان کیلئے اس دنیا کی زندگی میں بھی حسنہ (خیروبھلائی) ہے اور آخرت کا گھر تو ہے ہی بہت بہتر اور کیا ہی خوب ہے گھر اہل تقویٰ کا۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

☆ ﴿وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ o﴾ (الاعراف:7: آیت:96)

''اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے (اسی دنیا میں)۔ مگر انہوں نے تو تکذیب کی سوان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔''

مزید تاکید سے فرمایا:

☆ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً﴾ (نحل:16: آیت:97)

''جو کوئی بھی کرے گا نیک اعمال خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو لازماً بسر کرائیں گے اسے (اس دنیا میں) پاکیزہ زندگی''

ابن کثیر رحمہ اللہ سورہ نحل: ۹۷ کے تحت لکھتے ہیں:

''دنیا میں: 'پاک اور حلال روزی' 'قناعت' 'خوش نفسی' 'سعادت' 'پاکیزگی' 'عبادت کا لطف' 'اطاعت کا مزہ' 'دل کی ٹھنڈک' 'سینے کی کشادگی' سب ہی اللہ کی طرف سے ایماندار نیک عامل کو عطا ہوتی ہے۔''

الحمدللہ بات بالکل واضح ہے کہ جو کوئی بھی خوش نصیب پورا دین پورا تقویٰ اختیار کرلے گا اسکی آخرت تو بنے گی ہی ساتھ ہی دنیا کی زندگی بھی بن جائے گی۔ چونکہ ہمارا قلب و ذہن اور روح براہ راست اللہ کے امر سے منسلک ہے، اور سکون واطمینان کا تعلق بھی اُسی سے وابستہ ہے، اسلئے فرمانبردار انسان پر اللہ کے امرِ تسکین کی بدولت اسکے قلب و روح کی بے چینی ختم ہو جائے گی، اضطراب جاتا رہے گا اور سکون واطمینان آجائے گا۔ زندگی قناعت پر آجائے گی، مصائب وآلام میں صبر نصیب ہوگا اور وہ آسانی سے گزر جائیں

گے۔لیکن خدانخواستہ تقویٰ نصیب نہ ہوا تو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی زندگی اجیرن بن جائے گی، جیسا کہ پروردگار نے انسان کو متنبہ فرما دیا:

﴿وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی﴾ (طٰہٰ :20: آیت:124)

''اور جس نے منہ پھیرا میرے ذکر سے تو اسکے لیے زندگی کا جامہ تنگ کر دیا جائے گا اور ہم (اٹھائیں گے) قیامت کے دن اسے اندھا کر کے۔''

ایمان وعمل کے یقینی نتائج

قرآن وسنت کے پختہ دلائل اور حقائق کی بنا پر دین اسلام کو کما حقہ اختیار کرنے کے درج ذیل یقینی نتائج ان شاءاللہ ضرور نکلیں گے:

(۱)۔خالقِ کائنات کی رضامندی اور اسکے قرب کا حصول، (۲)۔اللہ کی تائید کے ذریعے صبر، قناعت اور سکون واطمینان والی پاکیزہ قلبی وروحانی زندگی، (۳)۔اسلام کے بے نظیر اور حتمی نظامِ عدل وانصاف اور احسان کے ذریعے سکھ چین سے لبریز مثالی، اجتماعی ومعاشرتی زندگی، (۴)۔اسلام کے حرمتِ جان اور حرمتِ مال کے سخت احکامات کے ذریعے پرامن انفرادی واجتماعی زندگی، (۴)۔سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں اللہ کی رضا اور لافانی پرعیش اخروی بہاریں۔

کیا یہ سب کچھ ہمیں نہیں چاہیے.....؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر چندروزہ عارضی زندگی میں صبر اختیار کرتے ہوئے فوراً قانون خداوندی کے تابع ہو کر اسوہ مصطفیٰ ﷺ کو صحیح معنوں میں اپنالیں۔

<u>یہ سب کچھ کیسے نصیب ہو؟</u> بات تو سمجھ آ گئی لیکن یہ سب کچھ کیسے نصیب ہو؟ اسکے حصول کیلئے:

(۱)۔اپنے اندر اخلاص پیدا کریں، مسالک اور فرقوں کی بجائے اسلام سے محبت پیدا کریں۔اگر اخلاص نہ ہوا تو سب محنت اکارت ہو جائے گی، (۲)۔دین کو اختیار کرنے اور آخرت بنانے کا پختہ عزم وارادہ اور فیصلہ کرلیں، (۳)۔اللہ کیلئے کاوش وقربانی کو زندگی کا مقصد بنالیں، (۴)۔دینی مطالعہ کا شغف پیدا کریں، معمول کے ساتھ کچھ وقت فہم قرآن اور دیگر کتب کیلئے روزانہ ضرور نکالیں، (۵)۔بری صحبت سے بچیں اور اچھی صحبت اختیار کرنے کیلئے بھرپور جدوجہد کریں، انشاءاللہ منزل پر چڑھ جائیں گے۔

اللہ ہمیں مذکورہ حقائق کو ملحوظ رکھا ایمان، امن اور عافیت والی زندگی پر استقامت عطا فرمائے۔(آمین)